تحریک عاشورہ

جرمن اور انگریز مستشرقین کی نظر میں

گروہ مؤلفین: سید محسن شیخ الاسلامی، امیر تیمور رفیعی، سید حسن قریشی کرین

مترجم: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

جرمنی اور انگلینڈ کے شیعہ شناسی مراکز، یوروپ کے سب سے قدیمی اسلام شناسی کے مراکز ہیں جن کے مستشرقین نے اسلام و شیعہ کے بارے میں مبسوط کتابیں تحریر کی ہیں لیکن ان کی تحریریں بیشتر مغرضانہ اور تحریف شدہ ہیں۔ یوروپ میں اسلامی مطالعات کی مختلف صورتوں سے تقسیم بندی ہوئی ہے۔ ایک تقسیم بندی کے مطابق اس کو چار ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱. قرون وسطی

۲. عثمانی دور

۳. دور جدید

۴. بیسویں صدی کا دوسرا حصہ

یہ کہا جاسکتا ہے کہ تیرہویں صدی کے اختتام اور چودھویں صدی کے آغاز میں مارکوپولو کے سفرنامہ کے ذریعہ پہلی بار مغربی دنیا سنجیدگی سے اسلام و تشیع سے روشناس ہوئی۔ (مطہری نیا، ۱۳۸۹، ۴۱) اس کے بعد صلیبی جنگوں کے دوران مغربی دنیا تشیع سے زیادہ سے زیادہ روشناس ہوئی۔ اس دور کے مؤلفین کی مختصر اور تحریف شدہ معلومات عام طور سے ابن حزم اور ابن قتیبہ کی کتابوں سے ماخوذ تھیں۔ (احیا حسینی، ۱۳۸۷، ۲۳) سولہویں اور سترہویں صدی میں ایران میں صفوی حکومت کی تشکیل اور ایران و یوروپ کے سیاسی و اقتصادی تعلقات میں اضافہ کے سبب، شیعوں سے متعلق مستشرقین کی معلومات میں خاطرخواہ اضافہ

ہوا۔ رافائل ڈومانس اور ژان شارڈن کے دقیق مشاہدات اور توصیفات نے مغربی دنیا کو زیادہ سے زیادہ شیعہ اثنی عشری مذہب سے آشنا کرایا۔

انیسویں صدی کے آغاز میں عیسائی مبلغین اور علماء جو ایک عرصہ تک اسلامی مطالعات اور یورپ اور اسلام کے تعلقات کی کڑی بنے ہوئے تھے، سامراجی طاقتوں کے زیر اثر مسلمانوں کو عیسائی بنانے اور ان پر سیاسی و اقتصادی قبضہ کرنے کے درپے ہوگئے۔ (الویری، ۱۳۸۱، ۸۸)

اس دور کے بہت سے صاحب نام مستشرق سامراجی ممالک کے سفارت خانوں اور فوجی مشن اور جاسوسی مراکز کے رکن تھے۔ (بدوی، ۱۹۳۳، ۵۳۲) شیعی کتابوں اور آثار کی عدم دستیابی کی وجہ سے یوروپ میں تشیع کے حوالے سے اس وقت تک کوئی ٹھوس تحقیق سامنے نہیں آئی تھی۔ سنہ ۱۹۶۸ء میں اسٹراسبرگ ریسیرچ سنٹر نے پہلی بار یوروپ کے ۲۳ بڑے مستشرقین کے گروپ کے ساتھ تشیع پر تحقیقی کام کا آغاز کیا۔

سنہ ۱۹۷۹ میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد امام خمینی نے اس انقلاب کی کامیابی میں محرم وصفر کے کردار پر خاص تاکید کی۔ اسی طرح ایران کا سکولر نظام اسلامی نظام میں تبدیل ہوگیا۔ ان تبدیلیوں کی وجہ سے مغربی دنیا نے زیادہ سنجیدگی کے ساتھ اس انقلاب کے عوامل و عناصر پر تحقیقی کام کا آغاز کیا جس کے نتیجہ میں شیعہ مذہب اور تحریک کربلا کے بارے میں تحقیقات ایک نئے مرحلہ میں داخل ہوئیں۔

واقعہ عاشورہ شیعہ مذہب کی سب سے بڑی علامت ہے جس کے ذریعہ مغربی مستشرقین شیعی تہذیب سے آشنا ہوئے۔ تحریک عاشورہ کے سلسلہ میں مستشرقین کے درمیان دو نظریہ پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے ضعیف منابع کی وجہ سے تحریک عاشورہ کو مادی اور جنگ طلبانہ بتایا ہے جب کہ دوسرے مستشرقین، حقیقت سے کام لیتے ہوئے اس تحریک کے اصل مقصد کو سمجھنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

پہلے گروہ میں ویلفرڈ ماڈلنگ جیسا مستشرق پایا جاتا ہے جس نے واقعہ عاشورہ کے بعد قیام توابین کو جناب مختار سے منسوب کردیا ہے۔ اور دوسرے گروہ میں ٹامس آرنولڈ جیسا مستشرق ہے جس پر متعصب مستشرقین نے مسلمانوں سے دوستی اور ان کے سامنے جھکنے کا الزام لگایا ہے۔ (الویری، ۱۳۸۱، ۸۱)

پہلے مرحلہ میں تاریخ اسلام سے متعلق مقتل الحسین، تاریخ طبری، تجارب الامم جیسی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا، مشرقی ممالک کا سیاسی اور اقتصادی سفر کیا گیا نیز صلیبی جنگوں نے بھی اس آشنائی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ (سحاب، ۱۳۵۶، ۶) برنارڈ لوئیس کے قول کے مطابق مغربی دنیا پہلی بار صلیبی جنگوں کے دوران مصر کے فاطمی شیعوں نہ کہ اثنی عشری شیعوں سے آشنا ہوئی۔ (احیا حسینی، ۱۳۸۷، ۲۳؛ ڈونالڈسن، ۱۳۹۵، ۳۹)

موجودہ دور میں شیعی منابع کی کئی کتابوں کا عربی سے یوروپین زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ مثال کے طور پر انگریز مستشرق فریڈریک آمدرور (۱۸۵۴-۱۹۱۷) نے شیخ مفید کی الارشاد، تاریخ طبری کے یزید بن معاویہ کا حصہ اور ابن مسکویہ کی تجارب الامم کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ ماڈلنگ نے بلاذری کی کتاب انساب الاشراف کے اس حصہ کا ترجمہ کیا جس کا تعلق حضرت علیؑ اور ان کے فرزندوں سے تھا۔ ان ترجموں کی وجہ سے مغربی مستشرقین ،امام حسین (ع) کی شخصیت سے زیادہ سے زیادہ آشنا ہوئے۔ (I.K.A Howard، ۱۹۹۰، ۱۹)

ان سب کے باوجود اڈورڈ براؤن کی بات صحیح ہے کہ اس وقت تک کسی بھی یوروپین زبان میں تشیع کے بارے میں تفصیلی اور بھروسہ مند کتابیں موجود نہیں ہیں ۔ (ڈونالڈسن، ۱۳۹۵، ج۱، ۵۶)

زیادہ تر مستشرقین کا یہ ماننا ہے کہ تحریک عاشورہ سے مذہب تشیع کا آغاز ہوتا ہے۔ انکری، واقعہ عاشورہ کے بارے میں کہتا ہے کہ حسین ویزید کا موازنہ یعنی تقویٰ اور گناہ کا موازنہ، شجاعت و بزدلی کا موازنہ، روح اور جسم کا موازنہ۔ (انکری، ۱۳۸۷، ۲۰۵)

لمبٹون تشیع کے ظہور کے بارے تحریر کرتا ہے: ایک دینی تحریک کی حیثیت سے تشیع نے سنہ ۶۱ ہجری میں امام حسین (ع) کی شہادت کے بعد عروج حاصل کیا۔ (لمبٹون، ۱۳۸۹، ۳۶۴)

آنا مری شیمل کہتی ہیں: شیعی علم کلام واقعہ کربلا کے بعد زیادہ سنجیدگی سے سامنے آیا۔ (شیمل، ۱۳۷۵، ۱۵۹)

واقعہ عاشورہ کے بارے میں جرمن مستشرقین کا نظریہ

الف: انگلبرٹ کمپفر (۱۶۵۱-۱۷۱۶): یہ پہلے مستشرق ہیں جنہوں نے تحریک عاشورہ کو ملا حسین کاشفی کی فارسی مقتل روضۃ الشہداء کے نقطہ نظر سے تجزیہ و تحلیل کیا۔ (کمپفر، ۱۳۶۳، ۱۸۰)

ب: فرڈیننڈ وسٹنفیلڈ (۱۸۰۸-۱۸۹۹): وسٹنفیلڈ تاریخ اسلام اور ادبیات عرب کے ماہر ہیں جنہوں نے ابی مخنف کی مقتل الحسین کے بارے میں ایک مقالہ شائع کرکے مغربی دنیا کو مقتل نگاری سے روشناس کرایا۔ (سحاب، ۱۳۵۶، ۳۳۲-۳۳۳)

ج: تیوڈر نلڈک (۱۸۳۶-۱۹۳۰): جرمن کے بڑے مستشرق ہیں جنہوں نے قرآن کریم کا جرمنی زبان میں ترجمہ کیا۔ (محمدی، ۱۳۹۳، ۷) انہوں نے اپنی تحقیقات کے سلسلہ میں عالم اسلام کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور واقعہ کربلاکے تناظر میں امام حسین (ع) اور جناب عیسیٰ کے درمیان تطبیقی موازنہ کرتے ہوئے دونوں حضرات کو برحق قرار دیا۔

د: جولیس ولہازن (۱۸۴۴-۱۹۱۸): انہوں نے اپنی دو کتابوں میں واقعہ کربلا کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور تاریخی، سماجی اور کلامی نقطہ نظر سے اموی دور میں امام حسین (ع) کے کردار پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے امام حسین (ع) کے اقدام کی دینی حیثیت سے انکار کیا ہے اور حکومت کے حصول کا ایک ذریعہ بتایا ہے۔

ہ. آنا مری شیمل (۱۹۲۲-۲۰۰۳): ڈاکٹر شیمل جرمن کی مشہور ماہر اسلامیات ہیں انہوں نے ایک کتاب ''علی سے زہرا تک'' تالیف کی ہے اور اپنی تحریروں میں یزید کو قابل لعنت بتایا ہے اور واقعہ کربلا کی ساری ذمہ داری اس پر ڈالی ہے۔ (زوارق موسوی، ۱۳۹۲، ۱۴۸)

واقعہ عاشورہ کے بارے میں انگریز مستشرقین کا نظریہ

الف: ڈوایٹ ڈونالڈسن (۱۸۸۴-۱۹۷۶ء): مذہب تشیع کے حوالے سے ان کی پہلی کتاب سنہ ۱۹۳۳ء میں مذہب شیعہ کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں امام حسین (ع) اور دیگر ائمہ معصومین (ع) کے بارے میں غلو سے کام لیا گیا تھا اور بہت سے شک و شبہات پیدا کئے گئے تھے جس کی وجہ سے شیعہ دانشوروں نے اس کے خلاف منفی رد عمل ظاہر کیا۔ اس کے برخلاف دوسرے مستشرقین نے اس کتاب کا کافی استقبال کیا اور نظریاتی طور پر شیعہ مخالف رجحان کے حامل عرب مؤلفین نے اس کتاب کا کافی حوالہ دیا ہے۔

ب: اڈورڈ براؤن (۱۸۶۲-۱۹۲۶ء): اڈورڈ براؤن نے اپنی تحریروں میں معاصر ایران کے واقعات کو کربلا کے واقعہ سے موازنہ کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب تاریخ ادبی ایران میں تحریر کرتے ہیں: نواسہ رسول (ص) کا خون بڑی بے رحمی سے بہایا گیا جس سے عوام میں غم وغصہ کی لہر پیدا ہوئی اور اسی دور سے شہادت وایثار اور موت سے لاتعلّقی کے جذبات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئے اور تشیع کو ایسی طاقت ملی جو روز بروز بڑھتی گئی۔ (انکری، ۱۳۷۸، ۲۳۹)

ج: جان نورمن ہالیسٹر (۱۹۰۷-۱۹۷۱ء): انہوں نے تشیع اور امام حسین (ع) کے بارے میں تفصیلی تحقیق کی ہے اور ان کا یہ ماننا ہے کہ پوری تاریخ میں کربلا کے واقعہ سے زیادہ کسی بھی واقعہ نے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔ واقعہ کربلا نے بعد کی صدیوں میں بہت سی شیعی تحریکوں کی فکری رہنمائی کی ہے۔ حضرت رسول خدا (ص) نے دین اسلام کو پہنچایا اور علی (ع) نے اس کی تفسیر کی اور امام حسین (ع) راہ نجات ہیں۔ (ہالیسٹر، ۱۳۷۳، ۲۰۳)

یہاں پر یہ کہنا ضروری ہے کہ مستشرقین کی اکثریت نے واقعہ کربلا کا تاریخی اعتبار سے مطالعہ کیا ہے اور اس کے معنوی پہلو کو نظر انداز کیا ہے۔ ماربین اپنی کتاب "سیاست اسلام میں" کربلا کے بارے میں تحریر کرتا ہے: امام حسین (ع) مکہ سے یزید کے خلاف جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کو یقین تھا کہ آپ کی یاد اور وہ مقصد جس کے دفاع کے لئے آپ نکلے ہیں کبھی ذہنوں سے محو نہیں ہوگا۔ (انکری، ۱۳۷۸، ۲۶۰)

تھامس کارلایل کا یہ ماننا ہے کہ واقعہ کربلا سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ امام حسین (ع) اور آپ کے اصحاب کا اللہ تعالی کی ذات پر مضبوط ایمان تھا۔ ان لوگوں نے اپنے عمل سے ظاہر کردیا کہ حق و باطل کی جنگ میں عدد کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا اور اقلیت میں ہونے کے باوجود امام حسین (ع) کی پیروی کرنا میرے لئے باعث تعجب ہے۔ (زوارق موسوی، ۱۳۹۲، ۳۱۷)

ان سب کے باوجود موجودہ دور کے مستشرقین کا تشیع کی طرق جھکاؤ صاف طور پر دکھائی دے رہا ہے اور یہ امر رسول خدا (ص) کی مشہور حدیث کی ترجمانی ہے: اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَینِ حَرَارَةً فِی قُلوبِ المؤمِنِینَ لَا تَبْرُدُ اَبَداً۔ بے شک حسین کی شہادت سے مؤمنوں کے دلوں میں ایسی حرارت پیدا ہوگی جو کبھی بجھے گی نہیں۔ (بروجردی، ۱۴۲۲، ج ۱۲، ۵۵۶)

واقعہ عاشورہ کے سیاسی اہداف و عناصر

الف: تاج و تخت کا حصول: بعض مستشرقین کا یہ ماننا ہے کہ امام حسین (ع) نے تاج و تخت کے حصول کے لئے قیام کیا تھا اور حاکم طبقہ ہر حال میں اپنی حکومت کو بچانا چاہتا تھا۔ جان بایر ناس تحریر کرتا ہے: امام حسین (ع) نے جس وقت اپنے موروثی حق کے لئے قیام کیا تو اموی خلیفہ یزید بن معاویہ کے حکم سے شہید ہوئے۔ (بایر ناس، ۱۳۸۰، ۸۵۰)

ڈژ مونڈ ہارنی کا کہنا ہے کہ شیعہ مذہب جہاد اور شہادت کو بہت اہمیت دیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ۱۳۰۰ سال پہلے ایک سیاسی جنگ میں ایک گروہ کو شکست ہو گئی تھی۔ (ہارنی، ۱۳۷۷، ۱۵۷) لیکن اموی حکومت کے خلاف، اسلامی روایات اور مکتوبات کے مطابق امام حسین (ع) شہید اور یزید قاتل ہے۔

نیکلسن اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اسلامی قوانین کی مخالفت کی وجہ سے بنی امیہ یاغی ہیں اور چونکہ ظالم ہیں لہٰذا ان کو اپنے مخالفین کو قتل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (نیکلسن، ۱۳۸۰، ۲۱۲)

اس بارے میں چند نکات کی طرف اشارہ کرنا بہت ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ بعض مستشرقین نے امام حسینؑ کی شخصیت کو ایک سیاسی قائد و رہنما کی حد تک نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے جب کہ آپ معصوم تھے۔ دوسری بات یہ کہ کربلا میں سارے فوجی حربے دشمن کی طرف سے اپنائے گئے اور امام حسین (ع) صرف مقام دفاع میں تھے۔ تیسری بات یہ کہ اگر امام حسین (ع) یزید کے خلاف قیام نہیں کرتے تو لازمی طور پر آپ کو یزید کی بیعت کے لئے مجبور کیا جاتا اور یہ مسئلہ قرآنی آیتوں کے خلاف تھا۔ ارشاد ہوتا ہے: وَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ (سورہ مائدہ، آیت ۲) ان سب باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام حسین (ع) کے قیام کا مقصد تخت و تاج کا حصول نہ تھا بلکہ دین اسلام کے اصول کا تحفظ اور ظلم کی مخالفت تھا اور اللہ تعالی صاف طور پر قرآن کریم میں یہ حکم دیتا ہے کہ گناہ اور برے کاموں میں کسی کا ساتھ نہ دو۔

ب: امام حسین (ع) کے قیام میں عبداللہ بن زبیر کا کردار: مکہ سے کوفہ کی طرف امام حسین (ع) کی روانگی کے بارے میں عبداللہ بن زبیر کا کیا خیال ہے، اس بارے میں مورخین میں اختلاف نظر ہے۔ بعض

لوگوں کا ماننا ہے کہ: مکہ میں امام حسین (ع) کی موجودگی کی وجہ سے کوئی بھی شخص ابن زبیر کی بیعت کرنے کو تیار نہ ہوتا۔ (ابن اثیر، ۱۹۸۶، ج ۵، ۱۱۲)

ابن اثیر نے امام حسین (ع) سے نقل کیا ہے کہ: اس مرد (عبداللہ بن زبیر) کو دنیا میں کوئی بھی چیز پسند نہیں سوائے اس کے کہ میں مکہ سے چلا جاؤں۔ وہ جانتا ہے کہ لوگ اسے میرے برابر نہیں سمجھتے لہٰذا چاہتا ہے کہ میں چلا جاؤں تاکہ اس کے لئے جگہ خالی ہو جائے۔ (ابن اثیر، ۱۹۸۶، ج ۵، ۱۳۷)

اس کے برخلاف مسعودی اور ابن کثیر تحریر کرتے ہیں: جب امام حسین (ع) نے مکہ سے روانہ ہونے کا فیصلہ کیا تو بہت سے لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ کوفہ نہ جائیں اور مکہ میں ہی قیام کریں۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن زبیر تھا۔ (مسعودی، ۱۳۷۰، ج ۲، ۵۹-۶۰؛ ابن کثیر، ۱۳۵۱، ج ۸، ۱۷۴)

بعض مستشرقین کا کہنا ہے کہ ابن زبیر نے یزید سے اپنی دشمنی کو علنی کر دیا اور امام حسین (ع) کو سفر عراق کے لئے آمادہ کیا تاکہ آپ کی شہادت کے بعد خلافت کا واحد مدعی رہے۔ ان کا ماننا ہے کہ ابن زبیر کو معلوم تھا کہ امام حسین (ع) کے زندہ رہتے ہوئے اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ملے گی۔ (سایکس ۱۳۶۶، ج ۱، ۷۴۹؛)۔

مستشرقین اس بات سے غافل ہیں کہ امام حسین (ع) ابن زبیر کی حقیقت سے واقف تھے اور اہلبیتؑ سے اس کی دشمنی کے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کا باپ جنگ جمل کی آگ کو بھڑکانے والوں میں تھا اور وہ خود طلحہ و زبیر اور عائشہ کے لشکر کا سپہ سالار تھا۔ کچھ لوگوں نے امام (ع) کو قیام سے روکنا چاہا، امام نے ان کے جواب میں بنی امیہ کی غاصب حکومت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اَلَا تَرَونَ اِلَی الْحقِ لَا یُعْمَلُ بِہِ، وَاِلَی الْبَاطِلِ لَا یُتَنَاهی عَنْہ، لَیَرْغَبُ الْمُؤمِنُ فِی لِقاءِ رَبِّہ حقاً (طبری، ۱۴۰۹، ج ۴، ۳۰۴) کیا تم دیکھتے نہیں کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے منہ نہیں موڑا جا رہا ہے ایسے حالات میں مومن کو چاہئے کہ اپنے پروردگار سے جا ملے۔

۳. قیام عاشورہ میں کوفیوں کا کردار: اشپولر تحریر کرتا ہے: امام حسین (ع) کوفیوں کی دعوت پر مکہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کو راستہ میں ہی پتہ چل گیا کہ حکومتی کارندے آپ کے چاہنے والوں کے ساتھ

سختی سے پیش آرہے ہیں۔ لیکن آپ نے اپنی عزت کی خاطر واپس جانے سے انکار کیا اور بعد میں کچھ تجاویز بھی آپ کے سامنے رکھی گئیں لیکن آپ اپنے حق (اہلبیت کے حق) کے لئے جنگ سے پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوئے اور کربلا میں فرات کے مغربی کنارے پر جنگ کے بعد مارے گئے۔ (اشپولر ۱۳۵۴، ۷۲)

ولہاوزن اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ کوفی، کوفہ پر دوسرے شہروں کے قبضہ کے خلاف تھے اور حجر بن عدی کا قیام امام حسین (ع) کی تحریک کا مقدمہ ہے۔ (ڈونالڈسن، ۱۳۹۵، ج ا، ۴۶-۴۷)

سایکس کی نظر میں امام حسین (ع) کے قیام کی اصل وجہ کوفیوں کے خطوط تھے۔ (سایکس، ۱۳۶۶، ج ا، ۵۴۹)؛ یہاں پر سایکس نے بڑی غلطی کی ہے کیونکہ تقریباً سارے مستشرقین کا یہ ماننا ہے کہ امام حسین (ع) کے قیام کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ یزید جیسے ظالم حکمراں کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔

ڈونالڈیسن تحریر کرتے ہیں کہ واقعہ کربلا میں یزیدی فوج کے سارے سپاہی کوفہ کے رہنے والے تھے اور ان میں ایک بھی شام کا نہیں تھا۔ (ڈونالڈیسن، ۱۳۹۵، ج ا، ۱۸۱)

اس گفتگو کے لئے سب سے اہم دلیل امام حسین (ع) کے وہ قول ہیں جو انہوں نے مدینہ سے رخصت ہوتے وقت اپنے بھائی محمد حنفیہؒ سے بیان کیا ہے۔ آپ نے اس وصیت نامہ میں اپنے قیام کے دو وجوہات بیان فرمائے ہیں: ۱. امر بالمعروف و نہی عن المنکر ۲. اپنے جد کی امت کی اصلاح۔

۵. جناب مسلم کے خون کا بدلہ لینا: مسعودی کے قول کے مطابق جناب مسلم بنی ہاشم کے پہلے شہید ہیں جن کی لاش کو پھانسی پر چڑھایا گیا۔ (مسعودی، ۱۳۷۰، ج ۲، ۱۰) عبداللہ، علی، محمد، ابی سعید، عبدالرحمٰن، جعفر اور عون جناب مسلم کے بھائی ہیں اور یہ سبھی لوگ میدان کربلا میں امام حسین (ع) کے ساتھ موجود تھے۔ جعفر بن عقیل نے میدان کربلا میں امام حسین کی طرف سے بہت بہادری سے جنگ کی اور عروۃ بن عبداللہ خثعمی کے ہاتھوں شہید کئے گئے۔ (شریف قرشی، ۱۴۱۳، ج ۳، ۲۵۱)

محمد بن عقیل اپنے زمانے کے فقیہ تھے اور عاشور کے روز امام حسین (ع) کے ہمراہ شہید ہوئے۔ امام حسین (ع) خاندان عقیل کی بہادری اور صبر و استقامت کے بارے میں فرماتے ہیں: اے میرے چچا کے بیٹے اور

میرے اہلبیت صبر کرو کہ آج کے بعد ہر گز مصیبت و سختی میں مبتلا نہ ہوگے۔ نیکلسن اپنی کتاب تاریخ ادبیات عرب میں تحریر کرتا ہے:

مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد بھی امام حسین (ع) کے لئے واپس جانے کا راستہ موجود تھا لیکن آپ کے اصحاب نے کہا کہ جناب مسلم کے خون کا بدلہ لینا چاہئے۔ (ولہاوزن، ۱۳۷۵، ۶۵) سایکس تحریر کرتا ہے: جناب مسلم کی شہادت کی خبر ملتے ہی امام حسین (ع) کے اصحاب میں بے چینی اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی اور حضرت اس سفر سے مایوس ہوگئے لیکن ایک طویل مسافت طے ہوچکی تھی اور واپس پلٹنا ممکن نہیں تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے اعزاء واقرباء بھی جناب مسلم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ (سایکس، ۱۳۶۶، ج ۱، ۷۴۹)

ڈونالڈسن اور بروکلمن جیسے مستشرقین نے یہاں پر غلطی کی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ اس بات سے قومیت پر مبنی نظریات کو فروغ ملا اور بروکلمن کے بقول امام حسین (ع) کی شہادت کے بعد تشیع، عرب مخالف تحریکات کا مرکز بن گیا۔ (بروکلمن، ج ۳، ۳۱۹-۳۲۱)

ہالیسٹر تحریر کرتا ہے کہ قادسیہ کی منزل میں امام حسین (ع) کو جناب مسلم کی شہادت کی خبر ملی اور امام ابھی بھی واپس پلٹ سکتے تھے لیکن جناب مسلم کے بھائی اس بات کے لئے راضی نہ ہوئے کیونکہ ان کو اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینا تھا۔ (ہالیسٹر، ۱۳۷۳، ۲۴)

مستشرقین اس نکتہ سے غافل ہیں کہ سورہ نسا کی آیت نمبر ۵۹ کے مطابق امام حسین (ع) کے اصحاب خاص کر آپ کے اعزہ واقرباء اور جناب مسلم کے بھائی اپنے ولی امر کے حکم کے تابع تھے۔

شیعہ حاکمیت اور سلطنت بنی امیہ کی سیاسی بنیاد

۱. امام حسین (ع) کی حکومت یا یزید کی سلطنت: ماربین تحریر کرتا ہے: بنی امیہ حکومت و دولت کے اعتبار سے اور بنی ہاشم علم و معنویت کے لحاظ سے برتر تھے۔ بعض مستشرق جہل و نادانی کی بنیاد پر یا جان بوجھ کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام حسین (ع) نے مسلمانوں کے خلیفہ کے خلاف خروج کیا جب کہ یزید کے دور میں حکومت، دینی شکل و صورت سے خارج ہوچکی تھی اور بنی امیہ کی حکومت،

اسلامی حاکمیت کے زوال کا آغاز ہے۔ ولہاوزن اموی دور کے موضوع پر لکھی گئی اپنی کتاب کو عربی سلطنت اور اس کا زوال نام دیتا ہے۔ (ہولٹ، ۱۳۷۸، ۱۲۵)

آلفرڈ فون کرمر کے قول کے مطابق امام حسین (ع) حق پر ہیں اور خاص مذہبی آئیڈیولوجی کی پیروی کرتے ہیں۔ ہالیسٹر بتاتے ہیں کہ امام حسین (ع) مدینہ میں اپنے بھائی امام حسن (ع) کے دور میں سیاسی امور میں دخل نہیں دیتے تھے۔

۲. امام کی سیاسی مرجعیت: پیغمبر اسلام (ص) کی جانشینی کا مسئلہ اسلامی معاشرہ کا سب سے بڑا اختلافی مسئلہ تھا اور یہ موضوع واقعہ عاشورہ تک باقی تھا۔ ویلفرڈ ماڈلنگ جنہوں نے شیعہ شناسی کے موضوع پر اچھی تحقیق کی ہے، ان کا ماننا ہے کہ امام کی سیاسی مرجعیت کو تین باتوں میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے۔ ۱. معاشرہ کی دیکھ بھال امام کی ذمہ داری ہے۔ ۲. پیغمبر اسلام (ص) کے بعد اسلامی معاشرہ کی ذمہ داری اہلبیت پر ہے۔

۳. اس منصب پر ناحق قبضہ کرنے والوں کا شمار سلاطین جور میں ہوتا ہے۔ (بہشتی مہر، ۱۳۹۷، ۱۲۱)

ماڈلونگ مسلمانوں اور شیعوں میں مقبول تاریخی و کلامی دستاویزات کو نظر انداز کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات اور پیغمبر اکرم (ص) کی شخصیت کے تجزیہ و تحلیل سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حضرت علی (ع) جیسی شخصیت اور ان کی اولاد، پیغمبر اسلام (ص) کی جانشینی کے لائق ہیں لیکن اس کے اس نظریہ کی بنیاد اہلسنت کا وہ مشہور نظریہ ہے کہ خلافت و جانشینی لوگوں کا حق ہے اور اس میں عقائد کا کوئی کردار نہیں ہے جو کہ افعال الٰہی میں سے ایک ہے۔ (بہشتی مہر، ۱۳۹۷، ۱۵۹)

برنارڈ لوئیس نے امام کی مرجعیت کو ولایت کے نقطہ نظر سے مطالعہ کیا ہے اور کہتا ہے: لفظ ولایت ایک طرح سے عملی آمریت ہے جس کے ذریعہ سلاطین اور بادشاہ اپنے اعمال کو شرعی نقطہ نظر سے توجیہ کرتے ہیں۔ ولایت فوجی طاقت کا نتیجہ ہے اور فوجی طاقت کا مالک جس کی بیعت کرے گا وہی خلیفہ ہے۔ (لوئیس، ۱۳۸۵، ۷۵)

وہ آگے تحریر کرتے ہیں: حاکم شرع مقدس کو تبدیل نہیں کر سکتا لہٰذا شرعا اپنے قانونی طاقت سے تعدی نہیں کر سکتا ہے اور اگر قانون و شرع کے خلاف کوئی حکم صادر کرتا ہے تو اس نے خلاف شرع عمل کیا ہے اور اسے سزا دی جا سکتی ہے۔ (لوئیس، ۱۳۸۵، ۱۷)

وہ آگے کہتا ہے کہ امام حسین (ع) اگر چاہتے تو ایک اشارہ سے عبید اللہ بن زیاد کے لشکر کو ختم کر سکتے تھے یا ان کو خاکستر میں تبدیل کر سکتے تھے لیکن آپ نے ان کو ختم کرنے کے لئے اپنی امامت کی طاقت کا استعمال نہیں کیا۔

۴. امر بالمعروف و نہی عن المنکر: امام حسین (ع) نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اپنے قیام کی اصل وجہ بتائی ہے۔ مایکل کوک شیعہ منابع کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ذاتی نقصان کے خوف سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جو چیز خطرے میں ہے، ہو سکتا ہے اسلام کی نظر میں اس کی اہمیت جان و مال سے زیادہ ہو مثال کے طور پر جب قرآن خطرہ میں ہو۔ (کوک، ۱۳۸۴، ج ۲، ۸۳۹)

اکثر مستشرقین نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ماہیت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے، یہاں پر غلطی کی ہے اور دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں شیعوں کے تعصب کے بارے میں بات کی ہے۔ (مطہری نیا، ۱۳۸۹، ۴۴)؛ امام حسین (ع) نے مدینہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوتے وقت فرمایا تھا: اِنِّی لَمْ اَخْرُجْ اَشِراً وَ لَا بَطِراً وَ لَا مُفْسِداً وَ لَا ظَالِماً وَ اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِی اُمَّةِ جَدِّی اُرِیدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَ اَنْهیٰ عَنِ الْمُنْکَرِ... (مجلسی، ۱۴۱۲، ج ۴۴، ۳۲۹) بیشتر مستشرقین نے امام (ع) کے ان جملوں پر توجہ نہیں کی ہے اور انہوں نے صرف جنگ عاشورہ کو مد نظر رکھتے ہوئے نہ صرف امام حسین (ع) کو جنگ طلب بتایا ہے بلکہ آپ کے انسان دوستانہ اقدامات کو بھی نظر انداز کیا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ مائیکل کوک امر بالمعروف کی اہمیت سے بخوبی واقف ہے اسی وجہ سے اس کا ماننا ہے کہ مغربی تہذیب امر بالمعروف جیسے بیش قیمت نظریہ سے خالی ہے۔ اس نے اپنی کتاب کی تالیف کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ اسلام میں یہ فریضہ کس طرح رائج ہوا اور مغربی معاشرہ میں اسے کس طرح رائج کیا جا سکتا ہے۔ (کوک، ۱۳۸۴، مقدمہ)

حوالہ جات

الف، فارسی

۱۔ احیا حسینی، غلام (۱۳۸۷)، شیعہ پژوھی و شیعہ پژوھان انگلیسی زبان، قم، شناسی

۲۔ اشپولر، برتولد (۱۳۵۴) جہان اسلام (دوران خلافت)، ترجمہ، قمر آریان، تہران، امیر کبیر

۳۔ الویری، محسن (۱۳۸۱)، مطالعات اسلامی در غرب، تہران، سمت

۴۔ انکری، گابریل (۱۳۸۷)، علی و حسین، دو قھرمان اسلام، ترجمہ، فروغ شہاب، تہران، ارمغان

۵۔ باقی، عماد الدین (۱۳۷۹)، جامعہ شناسی قیام امام حسینؑ و مردم کوفہ، تہران، نی

۶۔ بایر ناس، جان (۱۳۸۰)، تاریخ جامع ادیان، ترجمہ، علی اصغر حکمت، تہران، علمی و فرہنگی

۷۔ بروجردی، حسین (۱۴۲۲)، جامع احادیث الشیعہ، ج ۱۲، ترجمہ، مہدی حسینیان قمی، قم، مہر

۸۔ بروکلمان کارل (بی تا)، تاریخ الادب العربی، ج ۳، ترجمہ، عبد الحلیم النجار، قم، دار الکتب الاسلامی

۹۔ ۔ (۱۳۶۴)، تاریخ ملل و دول اسلامی، ج ۳، ترجمہ، ھادی جزایری، تہران، بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب

۱۰۔ بہشتی مہر، احمد (۱۳۹۷)، تشیع امامی در آثار ویلفرد مادلونگ، قم، شیعہ شناسی

۱۱۔ جعفریان، رسول (۱۳۸۸)، تاملی در نہضت عاشورا، تہران، علم

۱۲۔ حتی، فیلیپ (۱۳۸۰)، تاریخ عرب، ج ۱، ترجمہ م ابو القاسم پایندہ، تہران، علمی و فرہنگی

۱۳۔ دونالدسن، دوایت (۱۳۹۵)، مذھب شیعہ، ج ۱، ترجمہ، عباس احمد وند، قم، پژوھشگاہ علوم و فرہنگ اسلامی

۱۴۔ دہخدا، علی اکبر (۱۳۷۷)، لغت نامہ دہخدا، ج ۳۱، ذیل مدخل "عاشورا"، تہران، چاپخانہ دولتی ایران

۱۵۔ زوارق موسوی، داوود (۱۳۹۲)، واقعہ عاشورا از دیدگاہ مستشرقان، تہران، مصباح الہدیٰ

۱۶۔ سایکس، سرپرسی (۱۳۶۶)، تاریخ ایران، ج ۱، ترجمہ، محمد فخر داعی گیلانی، تہران، دنیای کتاب

۱۷۔ سحاب، ابوالقاسم (۱۳۵۶)، فرہنگ خاور شناسان، تہران، سحاب

۱۸۔ شیمل، آن ماری (۱۳۷۵)، درآمدی بر اسلام، ترجمہ، عبدالرحیم گواہی، تہران، فرہنگ اسلامی

۱۹۔ عنایت، حمید (۱۳۶۱)، اندیشہ سیاسی در اسلام معاصر، تہران، خوارزمی

۲۰۔ فاروقی، فواد (۱۳۶۱)، سیری در سفر نامہ ھا، مصحح، حامد فولاوند، تہران، عطائی

۲۱۔ فلاطوری، عبدالجواد (۱۳۵۲)، تحقیق عقاید وعلوم شیعی، یاد نامہ علامہ امینی، بہ اہتمام : سید جعفر شہیدی و محمد رضا حکیمی، تہران، شرکت سہامی انتشار

۲۲۔ کمپفر، انگلبرت (۱۳۶۳)، سفر نامہ کمپفر، ترجمہ، کی کاووس جہانداری، تہران، خوارزمی

۲۳۔ کوک، مایکل (۱۳۸۴)، امر بہ معروف و نہی از منکر، ج ۲، ترجمہ، احمد نمایی، مشہد، بنیاد پژوھش ھای اسلامی

۲۴۔ لالانی، ارزینہ (۱۳۸۱)، نخستین اندیشہ ھای شیعی تعالیم امام باقرؑ، ترجمہ، فریدون بدرہ ای، تہران فروزان روز

۲۵۔ لمبتون، آن، کی اس (۱۳۸۹)، دولت وحکومت در اسلام، ترجمہ، محمد مہدی فقیہی، بی جا، شفیعی

۲۶۔ لوئیس، برنارد (۱۳۸۵)، زبان سیاسی اسلام، ترجمہ، غلام رضا بھروز لک، قم، بوستان کتاب

۲۷۔ ماجراجو، محسن ودیگران (۱۳۸۳)، نینوا وانتظار تاملی نو، تہران، بنیاد فرہنگی مہدی موعود (عج)

۲۸۔ ماربین ودیگران (۱۳۳۶)، قیام حسین ویارانش، ترجمہ، ناصر دھاقانی، اصفہان، شہریار

۲۹۔ متز، آدام (۱۳۷۷)، تمدن اسلامی در قرن چہارم ہجری یا رنسانس اسلامی، ترجمہ، علی رضا زکاوتی قراگزلو، تہران، امیر کبیر

۳۰۔ مسعودی، ابوالحسن (۱۳۷۰)، مروج الذہب، ج ۲، ترجمہ، ابوالقاسم پایندہ، تہران، علمی وفرہنگی

۳۱۔ مطہری نیا، محمود (۱۳۸۹)، مستشرقان ونبی اعظم، تہران پژوھشگاہ فرہنگ، ھنر وارتباطات

۳۲۔ مطہری، مرتضٰی (۱۳۴۹)، امامت ورہبری، تہران، انتشارات صدرا

۳۳۔ نیکلسون، رینولد (۱۳۸۰)، تاریخ ادبیات عرب، ترجمہ، کیواندخت کیوانی، تہران ویستار

۳۴۔ وات، مونتگمری (۱۳۷۰)، فلسفہ وکلام اسلامی، ترجمہ، ابوالفضل عزتی، قم، علمی وفرہنگی

۳۵۔ ولہاوزن، یولیوس (۱۳۷۵)، تاریخ سیاسی صدر اسلام، ترجمہ محمود افتخار زادہ، قم، معارف

۳۶۔ھارنی، وز موند (۱۳۷۷)، روحانی وشاہ، گزارش شاھد عینی از انقلاب ایران، ترجمہ، اصغر اندرودی، بی جا، پیکان

۳۷۔ھاشمی، نژاد عبدالکریم (۱۳۸۱)، درسی کہ حسینؑ بہ انسان ھاآموخت، تہران، فراہانی

۳۸۔ہالیستر، جان نورمن (۱۳۷۳)، تشیع در ھند، ترجمہ، آزر میدخت مشایخ فریدنی، تہران، مرکز نشر دانشگاہی

۳۹۔ھولت، پی، ام، لمبتون، ان، ک۔ س۔ (۱۳۷۸)، تاریخ اسلام، ترجمہ، احمد آرام، تہران، امیر کبیر

ب۔ عربی

ا۔ قرآن کریم

۲۔ابن اثیر، علی بن محمد بن عبدالکریم (۱۹۸۶)، الکامل فی التاریخ، ج ۵، بیروت، دار الکتاب العربی،

۳۔ابن شہر آشوب، محمد بن علی (۱۴۱۲)، مناقب آل ابی طالب، ج ۴، بیروت، دار الاضواء

۴۔ابن کثیر، ابوالفدا اسماعیل بن عمر (۱۳۵۱)، البدایہ والنہایہ، ج ۸، بیروت، دار الفکر العربی،

۵۔انیس، ابراہیم و دیگران (۱۳۷۳)، المعجم الوسیط، ج ۲، مصر، مطابع دار المعارف

۶۔ بدوی، عبدالرحمٰن (۱۹۳۳)، موسوعۃ المستشرقین، الطعبۃ الثالثۃ، بیروت، دار العلم للملایین،

۷۔شریف قرشی، باقر، (۱۴۱۳)، حیاۃ الامام الحسین بن علیؑ، ج ۳، قم، مدرسہ علمیہ ایروانی

۸۔ طبری، محمد بن جریر (۱۴۰۹)، تاریخ طبری، ج ۴، بیروت، موسسہ اعلمی

۹۔ مجلسی، محمد باقر (۱۴۱۲)، بحار الانوار، ج ۴۴۔ ۴۵، بیروت، دار احیاء التراث العربی،

ج۔ انگلیسی

1.Tabari Muhammad ibn jarir the history I of tabari, vol, The caliphate of yazid bn muawiyah, L.K.A. howard, Albany, new York, 1990,

2.Le shiism imamate, Paris, Pressses Universitaires de France 1968 Colloque de Strasbourg.

د۔ مقالات

۱۔ ذوالفقاری، حسن (۱۳۷۲)، "فرہنگنامہ عاشورا" کیہان فرہنگی، شمارہ ۹۸، خرداد ماہ

۲۔ محمدی، س (۱۳۹۳)، "دائرۃ المعارف قرآن یک الگوست،" روزنامہ ایران ۲۲ تیر ماہ

۳۔ نراقی، احسان (۱۳۵۴)، " راھیابی نو برای شرق شناسی" ، راھنمای کتاب، سال ہجدہم